Qutub-e-Madina

ایک شرعی مسئلہ جس کا علم ہر باشعور مسلم کو ہونا چاہیے۔

مصنف دام ظلہ نے مسئلہ کے جواب میں دلائل کا جو دریا بہایا ہے وہ انہی کا خاصہ ہے۔

غیر انبیاء و ملائکہ کیلئے علیہ السلام

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ

تالیف: مفتی محمد فیض احمد اویسی مدظلہ العالی

باہتمام: محمد اویس رضا قادری

قطب مدینہ پبلشرز

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین محمد
والہ واصحابہ اجمعین

امابعد! ہمارے دور میں یہ مرض عام ہے کہ سیدنا علی المرتضی وحسنین کریمین وسیدہ فاطمہ و دیگر آلِ رسول ﷺ کے افرادِ کریمہ کے علاوہ سابقہ انبیاء علیہم السلام کی بعض اہل پر لفظ "علیہ السلام" کا استعمال کرتے ہیں عوام کے علاوہ واعظین ومقررین کی عام عادت بن گئی ہے شیعہ فرقہ کے دیکھادیکھی یہ مرض بڑھ رہا ہے اہلِ سنّت علمائے کرام کے دوگروہ ہیں:۔

(۱)۔ مجوزین (جائز کہنے والے) یہ بہت تھوڑے ہیں۔

(۲)۔ غیر مجوزین (ناجائز کہنے والے) فقیر اویسی غفرلہ اور اس کے اکابر صالحین علماء و مشائخ محققین کا یہی دوسرا موقف مختار ہے۔ یہ مسئلہ چنداں اہم بھی نہیں مجوزین بھی اس کا اطلاق ضروری نہیں سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا کہہ دے تو حرج نہیں اور غیر مجوزین بھی کہنے والے کو مجرم یا گنہگار نہیں سمجھتے صرف مکروہِ تنزیہی کہتے ہیں اور مکروہِ تنزیہی کا ارتکاب گناہ بھی نہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ ایسا اطلاق نہ ہو بلکہ عادت ختم کردی جائے تاکہ مذہب شیعہ سے تشابہ اور اس کی ترویج نہ ہو۔

سببِ تالیف:۔ فقیر کو اس رسالہ کے لکھنے کی ضرورت نہ تھی لیکن جب دیکھا کہ یہ مرض بڑھتا جارہا ہے اور ایک فاضل نے اس کے جواز پر رسالہ لکھ کر مرض کو تقویت پہنچائی اور بزعمِ خویش تحقیق کا حق ادا کردیا چنانچہ سرورق (ٹائٹل) پر یہ الفاظ چھپاں فرمائے:

﴿اہلِ بیت اطہار کے لئے استعمال "علیہ السلام" کے جواز کی بے نظیر تحقیق﴾

اور اپنے القاب یوں لکھوائے:

﴿حامیٔ سنّت ماحیٔ بدعت سید المحققین سند المدققین حضرت علامہ مولانا مفتی﴾

پھر غیر مجوزین پر نازیبا الفاظ بھی خوب لکھے اس کی اس حرکت سے اُس کے اپنے دوست بھی ناخوش ہوئے۔ لیکن چونکہ وہ رسالہ اہلسنّت میں سے شائع ہوا اسی لئے عوام اہلسنّت کو دھوکہ سے بچانے اور حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ رسالہ لکھا اور اس کا نام رکھا،

''کراھة علیه الصلوة والسلام علیٰ غیر الانبیاء والملائکه علیهم السلام''

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبه الکریم الامین وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہٗ

۱۳ شوال المکرم ۱۳۸۰ھ

حامد آباد، ضلع رحیم یار خان

مقدّمہ

(۱)۔ ائمہ کرام و مشائخ و علماء و عظام کی تصریحات موجود ہیں (ان پر مجوزین کو اعتماد ہے) وہ فرماتے ہیں کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اسماء گرامی کے بعد دعائیہ جملہ رضی اللہ عنہ لکھنا (پڑھنا) چاہیے۔ علیہ السلام لکھنا اور پڑھنا ٹھیک نہیں۔ ائمہ اہلسنت نے اہلِ بیت اطہار کے لئے علیہ السلام کی تخصیص نہیں کی۔ علمائے اسلام نے اپنی تالیفات میں اسے واضح اور بہترین طریق سے بیان فرمایا ہے چند تصریحات آگے چل کر ملاحظہ فرمائیں۔

(۲)۔ اسمائے گرامی کے بعد تعظیمی یا دعائیہ جملوں کا استعمال جیسے "صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم" یا "علیہ الصلوٰۃ والسلام" یا "علیہ السلام" یا "رضی اللہ عنہ" یا "غفر اللہ لہٗ" کہاں درست ہو سکتا ہے۔ کسی اُمتی کے نام کے بعد ایسے جملے لکھے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ اور نبی کے نام کے بعد کوئی لکھ سکتا ہے "رسول اللہ محمد عزوجل" قیاس کا تقاضہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وتعزروہ وتوقروہ"۔ اور اسی طرح اُمتی کے نام کے بعد کوئی لکھ سکتا ہے۔ حضرت علی یا حضرت ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ اللہ فرماتا ہے "ھو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ"۔ ای یصلی علی المؤمنین۔ اور اس کا ارشاد ہے "اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمة"۔ ای علی المؤمنین صلوات۔ وغیرہ وغیرہ۔ قیاس تو چاہتا ہے کہ من حیث المعنیٰ اگرچہ اس طرح پر دعائیہ جملوں کا استعمال کیا جا سکتا ہے لیکن ہم اپنے قیاس کے بجائے یہ دیکھیں گے کہ سلف صالحین کا کیا طریقہ رہا ہے۔ کیا اُس مبارک دور میں کسی نے کہا ہے "قال النبی یا قال الرسول عزوجل"۔ یا "قال ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم یا قال علی" صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ وغیرہ۔ جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے کسی نے نہیں لکھا اور نہ ہی ایسے جواز کی جرأت کی ہے۔

بدعتِ شیعہ:۔ اس طریقہ کا آغاز رافضیہ شیعہ (فرقہ) نے کیا ہے کہ حضرت علی و حسنین کریمین رضی اللہ عنھم کو انبیاء کے ساتھ شریک کیا ہے (شفا شریف)۔ شیعہ فرقے کے نزدیک ائمہ کرام حضور نبیِ پاک شہہ لولاک ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں (حیوۃ القلوب) جب ان کا یہ عقیدہ ہے تو پھر وہ صلوٰۃ علی الائمہ کے اطلاق سے کیسے پیچھے رہ سکتے تھے

لیکن اہلسنت کو تو ایسی جرأت نہیں کرنی چاہیئے۔

ہمارے دور کے محقق صاحب فرماتے ہیں ”فقیر کے مسلک میں غیر انبیاء وملائکہ پر سلام کا بالاستقلال اطلاق جائز ودرست ہے ہاں صلاۃ کا ناجائز ومکروہ ہے“۔ (پمفلٹ ص ۴)

(۱)۔ حضرت الامام القاضی عیاض، صاحب الشفاء رحمۃ اللہ نے اپنی مشہور تالیف ”شفاء شریف“ میں تحریر فرمایا:۔

والذی ذهب الیه المحققون والذی امیل الیه ما قاله مالک وسفیان رحمهما الله وروی عن ابن عباس واختاره غیرواحد من الفقهاء والمتکلمین انه لا یصلی علی غیرالانبیاء عند ذکر هم بل هو شیء یختص به الانبیاء توقیراً وتعزیراً کما یختص الله تعالی عند ذکره بالتنزیه والتقدیس والتعظیم ولا یشارک فیه غیره کذ لک یجب تخصیص النبی ﷺ و سائرالانبیاء بالصلوة والتسلیم ولا یشارک فیه سواهم کما امر الله بقوله "صلوا علیه وسلموا تسلیماً"ویذکر من سواهم من الائمة وغیرهم بالغفران والرضا. کما قال الله تعالی "یقولون ربنا اغفرلنا ولا خواننا الذین سبقونا بالایمان"اخوانناالذین سبقونا بالایمان" وقال"والذین اتبعوهم باحسانرضی الله عنهم" وایضاً فهو امر لم یکن معروفاً فی الصدر الاول. کما قال ابو عمران وانمااحدثه الرافضة والمتشیعة فی بعض الائمة فشارکوهم عند الذکر لهم بالصلوٰة وساوَوهم بالنبی ﷺ فی ذلک وایضاً. فان التشبه باهل البدع منهی عنه فتجب مخالفتهم فیما التزموه من ذلک. الخ

وقال القاضی بعداسطر. وهذااختیارالامام ابی المظفر الاسفرائنی من شیوخنا و به قال عمر بن عبد البر. اه

ترجمہ :۔ یعنی جدھر قاضی (مؤلفِ شفاء) کا میلان ہے اور جدھر محققین گئے ہیں وہ، وہ ہے جو

کہ مالک اور سفیان کا قول ہے۔ اور جو کہ ابن عباس سے مروی ہے اور جس کو کسی ایک نے نہیں کہا بلکہ بہت سے فقہاء اور متکلمین نے اختیار کیا ہے، وہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے حضرات کے تذکرے کے وقت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کہے۔ انبیاء علیہم السلام کی جس توقیر و تعظیم کا حکم ہے اس کے پیش نظر انبیاء علیہم السلام کے اسمائے گرامی کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ ایسے ہی مخصوص ہو گیا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کے ساتھ تنزیہ، تقدیس اور تعظیم کے الفاظ مخصوص ہیں۔ مثلاً (عز وجل، سبحانہ وتعالیٰ، تعالیٰ وتقدس) تقدیس وتنزیہ کے ان جملوں میں کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح صلوٰۃ وسلام آنحضرت ﷺ اور حضرات انبیاء کے ساتھ مخصوص ہے۔ صلوٰۃ و سلام میں انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کو شریک نہیں کیا جاسکتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "صلوا علیه وسلموا تسلیما"۔ حضرت جل مجدہٗ نے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ اور ائمہ وغیرہ کے لئے "غفر" اور "رضی" کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے "ویقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان" نیز ارشاد ربانی ہے "والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم"۔ اس کے علاوہ اس وجہ سے بھی یہ قول مختار ہے کہ صدرِ اول میں یہ طریقہ (غیر انبیاء کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم لکھنا) معروف نہ تھا اس طریقہ کی ایجاد رافضہ اور متشیعہ نے بعض ائمہ کے متعلق کی ہے (شرح شفاء میں بعض ائمہ سے حضرت علی اور حضرات حسنین مراد ہیں) قاضی صاحب فرماتے ہیں روافض اور متشیعہ نے بعض ائمہ کو انبیاء کے ساتھ صلوٰۃ میں شریک کر دیا ہے اور اس طرح فعل ہذا میں ائمہ کو نبی ﷺ کے مساوی کر دیا ہے اور اس وجہ سے بھی یہ قول (غیر انبیاء کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہ لکھنا) اختیار کیا گیا ہے کہ اہلِ بدعت سے تشبیہ ممنوع ہے یعنی اہلِ بدعت جس امر کا التزام کریں اس کی مخالفت لازم ہے" اور پھر چھ سطر کے بعد لکھا ہے "میرے اساتذہ میں سے امام سفرائنی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور یہی حافظ عمر بن عبدالبر کا قول ہے" آھ

(۲)۔ حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں لکھا ہے:۔

حقق بعضهم فقال ماحاصله مع زيادة عليه السلام الذى يعم الحيا و

مستدع للرد وجوبكفاية اوعين بنفسه فى الحاضر ورسولها وكتابه فى الغائب واما السلام الذى يقصد به الدعاء منا بالتسليم من الله تعالى على المدعوله سواء كان بلفظ غيبة اوحضور فهذا هو الذى اختص به صلى الله عليه وسلم عن الائمة فلا يسلم على غيره الاتبعا كما اشار اليه التقى السبكى فى شفاء الغرام وحينئذ فقد اشبه قولنا عليه السلام قولنا عليه الصلوة من حيث ان المراد عليه السلام من الله تعالى ففيه اشعار بالتعظيم الذى فى الصلوة من حيث الطلب لان يكون المسلم عليه الله تعالى كما فى الصلوة وهذا النوع من السلام هو الذى ادعى الحليمى كون الصلوة بمعناه. الخ

ترجمہ :۔ سلام کے مسئلہ میں بعض فضلاء نے تحقیق کی ہے، میں ان کے کلام کا خلاصہ مع کچھ اضافہ کے لکھتا ہوں۔ سلام دو طرح کا ہوتا ہے ایک سلام تحیہ ہے جو آنے والا پیش کرتا ہے خواہ زندہ کو پیش کرے یا صاحب قبر کو۔ اگر زندہ کو پیش کرے اس کا جواب واجب ہے۔ اگر جماعت کو پیش کیا ہے تو وجوب کفائی ہے۔ ایک کا جواب سب کی طرف سے کفایت کرتا ہے۔ اور اگر کسی فرد کو خود جا کر سلام کیا ہے یا کسی کے ذریعہ سے اس کو سلام کا تحیہ ارسال کیا ہے یا خط میں سلام لکھا ہے تو اُس شخص پر جواب واجب ہے جس کو سلام کیا ہے یا کہلایا ہے یا لکھا ہے۔ اور دوسرا سلام یہ ہے کہ سلام کرنے والا اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ وہ اپنا سلام اس بندہ پر نازل فرمائے اس کے لئے غائب کا صیغہ استعمال کرے۔ مثلاً سَلَّمَ اللّٰہُ علیہ یا سلامُ اللّٰہِ علیہ یا حاضر کا جیسے اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ عَلَیْہِ۔ یہ سلام جو کہ دعا ہے حضرت ﷺ اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اُمتیوں سے اس کا تعلق نہیں ہے۔ ہاں تبعاً اور ضمنی طور پر اُمتی کا ذکر کیا جا سکتا ہے جیسے حضرت محمد ﷺ اور ان کی آل اور ان کے اصحاب پر اللہ کا سلام ہو۔ یہی بات علامہ تقی الدین سبکی مُتوفّی ۷۵۶ھ نے شفاء الغرام میں لکھی ہے، اندریں احوال جب ہم علیہ السلام کہتے ہیں تو اس کا مطلب وہی ہے جو علیہ الصلوٰۃ کہنے کا ہے۔ اس میں بھی وہی تعظیم پائی جاتی ہے جو علیہ الصلوٰۃ میں ہے۔ علامہ حلیمی

نے اسی سلام کے متعلق دعویٰ کیا ہے کہ یہ سلام بمعنی صلاۃ ہے"۔ الخ

علمائے اعلام اعلی اللہ درجاتہم نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا"۔ "یعنی تم رسول اللہ ﷺ کے بلانے اور ان کے آواز دینے کو معمولی بات نہ سمجھو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے بلانے اور آواز دینے کو سمجھتے ہو"۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ عرب آپ کو یا محمد اور یا ابا القاسم کہہ کر آواز دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس سے منع کیا کہ یہ طریقہ خلاف ادب ہے۔ تم جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہو تو باادب یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر آپ کو اپنی طرف متوجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ آپ کی تعظیم اور توقیر کرنے کی ہدایت کرتا ہے اس کا ارشاد ہے "وتعزروہ وتوقروہ"

٭خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی مسجد شریف نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے داخل ہوئے۔ امام دارالہجرۃ مالک بن انس وہاں بیٹھے تھے انہوں نے خلیفہ سے کہا۔ یہ مقامِ ادب ہے یہاں اپنی آواز بلند نہ کرو۔ خلیفہ نے دریافت کیا، کس وجہ سے، امام مالک نے سورۂ حجرات کی چار آیتیں از اول تلاوت کیں اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس طرح آپ کا ادب کرنا سکھایا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنی آواز کو پست رکھتے ہیں۔ یہ وہ سعادت مند افراد ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ جل شانہ وعم احسانہ نے پرہیزگاری اور تقویٰ کے واسطے جانچ لیا ہے۔ وہ ان کو بخشتا ہے اور ان کی غلطیوں اور لغزشوں کو معاف کرتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ باادب رہنے پر اپنی عظیم نوازشیں کرتا ہے۔

ابن مسعود کے ارشاد کو ابن ماجہ نے نقل کیا ہے کہ اے لوگو: جب تم درود شریف کا تحفہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرو تو اچھے الفاظ سے پیش کرو اور کہو

"اللھم اجعل صلواتک و برکاتک علی سیدالمرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدک ورسولک امام الخیر و قائد الخیر و رسول الرحمۃ اللھم ابعثہ مقاما محمودا یغبط بہ الاولون والاخرون"۔ الخ

جو ادب آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کے حضور میں کیا جاتا تھا وہی ادب آپ کی وفات کے

بعد آپ کا ہے۔ علماء نے فرمایا ہے اگر آپ کو آواز دینے کے وقت مراعات ادب کا تقاضہ یہ ہے کہ آپ کو مخصوص الفاظ اور القاب سے یاد کیا جائے تو آپ پر درود وسلام پیش کرتے وقت بھی ازروئے مراعات ادب لازم ہے کہ درود وسلام کے الفاظ مخصوص ہوں۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوا علیہ وسلموا تسلیما کی تعلیم دی ہے لہذا ان مبارک الفاظ کو آپ کے ساتھ مخصوص رکھنا چاہیے۔

علامہ قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ نے حضرت علی وحضرات حسنین اور بعض دیگر افراد اہل بیت اطہار نبوی رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ الصلوۃ والسلام یا علیہ السلام کہنے اور لکھنے کی وجہ بیان کر دی ہے یہ عمل روافض اور متشیعہ کا ہے۔ صدر اول میں اس کا وجود نہ تھا۔ زمانہ حاضر کے ایک شیعی مجتہد کے قول سے اس کی تصدیق ہوگئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس عاجز سے فرقہ اثنا عشریہ کے مجتہد سید مجتبیٰ حسن صاحب نے کہا کہ:

> یہ بارہ افراد امام ہیں۔ ان کی امامت وہ نہیں جو ائمہ مجتہدین کی ہے بلکہ یہ وہ امامت ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے عنایت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "واذابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما" یہ امامت مقام نبوت کا اعلیٰ مرتبہ ہے۔ یہ بارہ افراد سید الانبیاء ﷺ کی نبوت کے حلقات بھی بالیقین تمام انبیاء ماسبق سے افضل ہیں اور ان حلقات نبوت کی امامت بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امامت سے افضل ہے یہ بارہ افراد انبیاء ہیں اور اسی وجہ سے ان کے اسمائے گرامی کے ساتھ علیہ السلام کا استعمال عام ہے۔

استغفر اللہ ربی واتوب الیہ۔

بہرحال یہ قول اور عقیدہ شیعی مجتہدین اور روافض کا ہے۔ اس نازک موقع پر تفسیر عزیزی کے ایک نکتہ کا نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے:

تفسیر عزیزی میں از سورۂ بقرہ آیت "ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین" کے بیان میں لکھا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے برائے طلب مغفرت یہ الفاظ فرمائے "اسئلک بحق

محمد الاغفرت لی ''اور پھر لکھا ہے کہ فقہائے کرام نے بحق فلاں کہہ کر دعا کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ اس کے بعد آپ نے مکروہ قرار دینے کی وجہ بیان کی ہے کہ معتزلہ کے مذہب میں بندہ کا عمل بندہ کی پیداوار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے عمل کا اجر مقرر کیا ہے۔ یہ اجر بندہ کا حق ہے ایسا حق جو کہ حقیقی ہے۔ اور اہلسنت کے نزدیک کیا بندہ اور کیا اس کا عمل، سب اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ نے اگر اس کے عمل پر اجر دینے کو کہا ہے تو یہ اس کا کرم ہے اور اس کی بندہ پروری ہے اور یہ حق تفضلی اور تکرمی ہے۔

فقہائے کرام کے زمانہ میں معتزلہ کا مذہب بہت رائج تھا۔ اس لئے فقہاء نے اس لفظ کے استعمال سے منع کیا تاکہ عوام اور کم علم افراد اعتزال کا شکار نہ ہوں اور چونکہ اب معتزلہ کا مذہب پارہ ہائے اوراق تک محدود ہو کر رہ گیا ہے لہٰذا اس لفظ کے استعمال سے جو ممانعت داخل ہوئی تھی وہ اب باقی نہ رہی ہے بحق فلاں کہہ کر دعا کرنی جائز ہے۔

اگر بعض علماء کی تحقیق برائے غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام یا علیہ الصلوٰۃ کو جائز قرار دیتی ہے اور ان کے قول پر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ پہلے ان دو حضرات کے ساتھ اس کا استعمال کرے جو اہلسنت کے نزدیک شیعانِ اہلِ بیت اطہار کے بارہ اماموں سے بالاتفاق افضل ہیں اور وہ حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مجوزین نے اگر جواز کا بیان کیا ہے تو تمام صحابہ و علماء و صلحاء کے لئے کیا ہے صرف اہلِ بیت اطہار کے بارہ افراد کے لئے نہیں کیا گیا ہے۔

(۳):۔ابن کثیر نے لکھا ہے۔

قال ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم قال علی صلی اللہ علیہ وان کان المعنی صحیحا.	تو قال ابوبکر صلی اللہ علیہ اور قال علی صلی اللہ علیہ نہیں کہا جائے گا۔ اگرچہ معنی صحیح ہیں۔

(ابن کثیر ص۵۱۶ ج۳)

کبیری شرح منیہ ص۳ پر ہے۔

ان الصلاۃ وان کانت الدعاء بالرحمۃ وھو جائز لکل مسلم لکن صارت مخصوصۃ فی لسان السلف بالانبیاء والملئکۃ کما ان لفظ عزوجل و نحوہ مخصوص باللہ تعالٰی کما لایقال محمد عزوجل ان وان کان عزیزا جلیلا لایقال ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم وان کان معناہ صحیحا.

صلاۃ اگرچہ دعا بالرحمۃ ہے جو کہ ہر مسلمان کیلئے جائز ہے لیکن اسلاف کے ہاں صلاۃ انبیاء وملائکہ کے ساتھ خاص ہے جس طرح لفظ عزوجل اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے تو جس طرح محمد عزوجل نہیں کہا جا سکتا اگرچہ حضور عزیز وجلیل ہیں۔ اسی طرح ابوبکر صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہا جاسکتا اگرچہ اسکے معنی بالکل صحیح ہیں۔

فائدہ:۔ تفسیر بیضاوی وغیرہ دسیوں کتب اعلام میں ایسی ہی عبارتیں موجود ہیں جس سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوتا ہے کہ لغوی طور پر اس کا اطلاق غیر انبیاء وملائکہ پر بھی درست ہے مگر اطلاقات شرع اور لسان سلف میں یہ لفظ انبیاء وملائکہ کے ساتھ مختص ہوا۔ صلاۃ کے بارے میں جو مسلک مذکور ہوا یہ جمہور کا ہے ائمہ ثلاثہ کا ہے۔ مگر امام ہمام احمد بن حنبل کا اس میں اختلاف ہے ۔ آپ فرماتے ہیں کہ لفظ صلاۃ کا اطلاق بالاستقلال غیر انبیاء پر بھی جائز ہے۔ آپ کی دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری جلد اوّل مطبوعہ مصر ص ۱۸۰ پر مذکور ہے۔

عن عبداللہ بن ابی اوفی قال کان النبی ﷺ اذا اتاہ قوم بصدقتھم قال اللھم صل علی آل فلان فاتاہ ابی بصدقتہ فقال اللھم صل علی آل ابی اوفی۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس جب کوئی قوم اپنا صدقہ لاتی تو آپ اللھم صل علی آل فلاں فرماتے پس میرا باپ بھی آپ کی خدمت میں اپنا صدقہ لایا تو حضور نے فرمایا اللھم صل علی آل ابی اوفی۔

جمہور اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ حضور کا حق اور مرتبہ رسالت بلند و بالا ہے جس پہ چاہیں تفضل فرمادیں۔ یہ بارگاہ نبوی کا انعام ہے جس کے لئے چاہیں عطا فرمائیں ہمیں اس میں تصرف کا اختیار نہیں۔ علامہ عینی اسی حدیث کے تحت عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص ۱۸۰ ج ا پر فرماتے:۔

احتج بالحديث المذكور من جواز الصلاة غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام بالاستقلال وهو قولا احمدايضاً وقال ابو حنيفة واصحابه ومالك والشافعي والاكثرون انه لا يصلي على غير الانبياء عليهم الصلاة والسلام استقلالا فلايقال اللهم صل على ال ابي بكر ولا على ال عمرو غيرهما ولكن يصلي عليهم تبعا والجواب عن هذا ان هذا حقه عليه الصلوة والسلام له ان يعطيه لمن يشاء وليس غيره ذلك.

حدیث مذکور سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے جو غیر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ کو جائز کہتے ہیں۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے امام ابو حنیفہ، ان کے متبعین، امام مالک، امام شافعی اور اکثر ائمہ دین فرماتے ہیں کہ غیر انبیاء علیہم والصلوۃ والسلام پر بالاستقلال صلاۃ نہیں کہہ سکتے پس اللھم صل علی آل ابی بکر اور اللھم صل علی آل عمرو وغیرہ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں ان پر تبعاً صلاۃ کہہ سکتے ہیں۔ اور حدیث مذکور کا یہ جواب ہے کہ صلاۃ حضور کا حق ہے جسے چاہیں عطا فرما دیں آپ کے غیر کو یہ اختیار نہیں۔

(۴) تفسیر بیضاوی جز، رابع ص ۱۶۷ پر ہے۔

و تجوز الصلاة علیٰ غیرہ (ای النبی ﷺ) تبعا و تکرہ استقلالا فی العرف صار شعار الذکر الرسول ﷺ و کذلک کرہ ان یقال محمد عزوجل وان کان عزیزاً وجلیلاً۔

غیر انبیاء پر تبعاً صلاۃ جائز ہے اور بالاستقلال مکروہ اس لئے کہ عرف میں یہ ذکر رسول اللہ ﷺ کا شعار ہے اور اسی لئے محمد عزوجل کہنا مکروہ ہے اگر چہ آپ برگزیدہ ہیں۔

(۵) عن ابن عباس انه قال لا تصح الصلاة علی احد الا علی النبی ﷺ.

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سوا بالاستقلال صلاۃ جائز نہیں یہ صرف آپ ﷺ کے لیے مختص ہے۔

(۶) عن جعفر بن برقان قال کتب عمر بن عبدالعزیز رحمة الله. امابعد فان ناساً من الناس قد التمسوا الدنیا بعمل الاخرة فان بعض القصاص قداحد الصلوة علی خلفائهم و امرائهم عدل الصلاة علی النبی ﷺ فاذا جاءک کتابی هذا فمرهم ان تکون صلاتهم علی النبیین دعائهم للمسلمین عامة دعوا ما سوا ذلک.

حضرت جعفر بن برقان کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز نے اپنے حاکموں کو لکھا۔ امابعد کچھ لوگوں نے دنیا کے عمل پر اطلاق صلاۃ کی طرح اپنے خلفاء اور امراء پر اطلاق صلوٰۃ کی نئی بات گھڑلی ہے۔ جب تجھے میرا یہ خط پہنچے تو انہیں حکم کرنا کہ انکی صلاۃ صرف انبیاء کیلئے ہو اور عامہ مسلمین کے لئے صلاۃ کے ماسوا جو دعا چاہیں کریں۔

فائدہ:۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ صاف اور غیر مبہم الفاظ میں ارشاد فرماتے ہیں۔ صلاۃ صرف انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہو۔ باقی دعائیں عام مسلمانوں کے لئے جو چاہیں کریں۔ اسلاف رحمہم اللہ تعالیٰ کا طریقہ جیسے چلا آرہا تھا وہ صحیح تھا لیکن لوگ شیعوں کو خوش کرنے کے لئے نئی حرکتیں کرتے ہیں تو دُکھ ہوتا ہے کہ یہ لوگ اسلاف کے دامن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ خیر و برکت اسلاف و صالحین کی پیروی میں ہے عربی مقولہ مشہور ہے "البرکۃ مع اکابرکم"

(۷):۔ ابن کثیر نے ایک اور مقام پر لکھا۔

وقد غلب فی هذا فی عبارة كثير من النساخ للكتب ان يفرد علی رضی الله عنه بان يقال عليه السلام من دون سائر الصحابة او كرم الله وجهه و هذا وان كان معناه صحيحا ولكن ينبغی ان يسوى بين الصحابة فی ذلک.

(تفسیر ابن کثیر ص ۵۱۶ ج ۳)

ناقلین کتب کی نقل کردہ عبارتوں میں اکثر یہ پایا جاتا ہے کہ باقی صحابہ کے سوا صرف مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ لکھا ہوتا ہے یہ اپنے معنی کے رو سے اگرچہ صحیح ہے مگر مناسب یہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام کے درمیان اس اطلاق میں برابری کی جائے۔

غیر انبیاء پر سلام کا اطلاق جائز وروا ہے۔ اسے مولا علی شیر خدا ہی کے لئے نہیں بلکہ سب صحابۂ کرام کے لئے استعمال کیا جائے۔

(۸):۔ تفسیر روح المعانی الجزالعشر ون ص ۲ میں ہے۔

والسلام علی غير الانبياء عليهم السلام اذا لم يكن استقلالاً مما لاخلاف فی جوازه و لعل المنصف لايرتاب فی جوازه علی عباد الله المؤمنين مطلقاً.

(روح المعانی ص ۲ ج ۳)

انبیاء علیہم السلام کے غیر پر سلام کا اطلاق جب کہ بالاستقلال نہ ہو بلکہ بالتبع ہو تو اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں اور شائد کوئی بھی منصف خدا تعالیٰ کے تمام مؤمن بندوں پر اطلاق سلام کے مطلقاً جواز میں یعنی خواہ بالاستقلال ہو یا بالتبع شک نہیں کرے گا۔

فائدہ:۔ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی صاف اور صریح الفاظ میں فرمارہے ہیں کہ اہل انصاف کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے تمام مؤمن بندوں پر سلام کا اطلاق مطلقاً جائز ہے جب کہ شیعوں کا شعار کارفرما نہ ہو۔

(۹):۔ تفسیر کبیر ص ۳۰۷ ج ۴ پر ہے۔

ورایت بعضهم قال الیس ان الرجل اذا قال سلام علیکم یقال له و علیکم السلام فدل هذا علی ان ذکر هذا اللفظ جائز فی حق جمهور المسلمین فکیف یمتنع ذکره فی حق آل بیت الرسول علیه الصلوة والسلام۔

میں نے بعض علماء کو یہ کہتے دیکھا کہ کیا یوں نہیں کہ جب کوئی کسی کو کہتا ہے۔ سلام علیکم تو اس کو جواب میں وعلیکم کہا جاتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ سلام کا اطلاق جمہور مسلمین کے حق میں جائز ہے۔ پس آل بیت رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے حق میں اس کا ذکر کس طرح ممتنع ہو سکتا ہے۔

فائدہ:۔ اس قسم کی عبارات ان لوگوں کے لئے ہیں کہ اہل [illegible]ن کے لئے سلام کا انکار کریں ورنہ یہی امام رازی اور صاحب روح المعانی غیر الانبیاء والملائکہ کی بالاستقلال عدم جواز کے قائل ہیں۔

(۱۰) اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ جلد اوّل ص ۴۳۴ میں ہے۔

ومتعارف در متقدمین تسلیم بود بر اہل بیت رسول از ذریت و ازواج مطہرہ و در کتب قدیمہ از مشائخ اہلسنت و جماعت کتابت آں یافتہ مے شود و در متاخرین ترک آں متعارف شدہ۔

متقدمین میں اہل بیت رسول یعنی ذریت و ازواج مطہرات پر سلام کہنا متعارف تھا اور مشائخ اہلسنت کی پرانی کتابوں میں اس کی کتابت پائی جاتی ہے اور متاخرین میں اس کا ترک متعارف ہے۔ واللہ اعلم

فائدہ:۔ متقدمین میں بھی اس وقت علماء جب یہ عمل شیعہ کا شعار نہ بنا تھا اور وہ بھی بلا تخصیص جب یہ شیعہ کا شعار ہو گیا تو متاخرین نے بھی ترک کر دیا اب وہی قابلِ عمل ہو گا جو متاخرین میں ہو مثلاً رسولِ اکرم ﷺ کے والدین کے ایمان و کفر میں متقدمین کا اختلاف رہا ہے اور متاخرین اس پر اتفاق کرتے ہیں اور اسی پر عمل ہے۔

شعارِ شیعہ رافضہ:۔ مقدمہ میں فقیر نے عرض کیا ہے کہ شیعہ رافضہ کا عقیدہ ہے کہ ائمہ اثنا عشرہ حضور ﷺ کے سوا تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اسی عقیدہ پر انہیں ائمہ اثنا عشرہ و اہل بیت کے افراد کو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ صلوٰۃ میں شامل کیا اور یہ اطلاق اتنا بڑھا کہ ان کا شعار

ہوگیا۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں۔

(۱): فی الخلاصة ایضاً ان فی الاجناس من ابی حنیفة لا یصلی علی غیر الانبیاء و الملائکة ومن صلی علی غیر ها علی وجه التبعیة فهو غال من الشیعة التی نسمیها الروافض

(شرح فقہ اکبر ص ۲۰۴)

خلاصہ میں اجناس سے ہے کہ امام ابو حنیفہ سے مروی ہے کہ انبیاء وملائکہ کے سوا کسی پر صلوٰۃ نہیں کہی جاتی اور ان کے غیر پر بالاستقلال وہ لوگ صلوۃ کہتے ہیں جو غالی شیعہ ہیں جنہیں ہم روافض کہتے ہیں۔

فائدہ:۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوا کہ شعار روافض اطلاق صلاۃ علیٰ غیر الانبیاء ہے۔ تو جو بد مذہبوں کا شعار ہو اُسے چھوڑ دینا ضروری ہے۔

(۲) کبیری شرح منیہ ص ۳ پر ہے۔

فالصلاة علیهم تبعاله علیه الصلوة والسلام مشروعة بل مندوبة واما استقلالا فتکره الا علی الانبیاء والملائکة علی ذلک اجماع السلف خلافا للروافض۔

حضور ﷺ کی آل پر صلاۃ آپ کی تبعیت میں جائز بلکہ مستحب ہے، ہاں انبیاء وملائکہ کے ماسواسب پر بالاستقلال مکروہ ہے اسی پر اسلاف کا اجماع ہے۔ ہاں رافضیوں کو اس میں اختلاف ہے۔

(۳) ابن کثیر جلد ۳ ص ۵۱۶ میں ہے۔

لان الصلوة علی غیر الانبیاء قد صارت من شعار اهل الاهواء.

اس لئے کہ غیر انبیاء پر صلاۃ کا بالاستقلال اطلاق اہل ہوا یعنی روافض کا شعار ہو گیا ہے۔

(۴)

انما کانت علی سبیل التبع کقولک صلی الله علی النبی واله فلا کلام فیها واما اذا افرد غیره من اهل البیت بالصلوة کما یفرد هو فمکروه لان ذلک صار شعاراً لذکر رسول الله ﷺ ولانه یؤدی الی الاتهام بالرفض.

صلاۃ اگر بالتبع ہو جیسے صلی اللہ علی النبی والہ تو اس میں کوئی کلام نہیں ہاں اگر اہل بیت میں سے کسی پر حضور کی طرح بالاستقلال اطلاق صلاۃ ہو تو مکروہ ہے اس لئے کہ صلاۃ نبی ﷺ کے ذکر کا شعار ہو چکی ہے اور اس لئے کہ اس کا اطلاق رافضیت کے اتہام کا سبب ہوتا ہے۔

(۵) تفسیر مدارک جزو ثالث ص ۲۳۹ میں ہے۔

وان صلی علی غیره علی سبیل التبع کقوله صلی الله علی النبی واله فلا کلام فیه واما اذاافرد غیره من اهل البیت بالصلاة فمکروه وهو من شعار الروافض.

اور اگر کسی نے حضور کے غیر پر بالتبع صلاۃ کہی جیسے صلی اللہ علی النبی وآل تو اس کے جواز میں کلام نہیں۔ ہاں حضور کے اہل بیت میں سے اگر کسی پر بالاستقلال کہی گئی تو مکروہ ہوگی کیونکہ یہ شعار روافض سے ہے۔

ان نقول سے ہر ذی فہم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ یہ شعار روافض ہے۔ جب یہ شعار روافض ہے تو پھر اس کا ترک ضروری ہے۔

بحث السلام:۔ اصل اختلاف السلام علی غیر الملائکہ والانبیاء علی نبینا علیہم الصلوۃ والسلام میں ہے۔ ہم اس ہیئت کو مکروہ کہتے ہیں وہ بھی تنزیہ جو انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے ہے مثلاً حضور علیہ السلام اور جبریل علیہ السلام کی طرح علی علیہ السلام امام حسین علیہ السلام وغیرہ ورنہ دوسری ہیآت تو مروج ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ وہ اس لئے کہ جب ثابت ہوا کہ صلاۃ کا اطلاق غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام پر ناجائز ومکروہ ہے اور یہ اطلاق صلاۃ کی وجہ تخصیص اطلاقات شرع ہیں لغت نہیں بلکہ اس میں تعمیم ہے۔ صلاۃ وسلام ہر دو لغوی طور پر عموم استعمال میں ایک جیسے ہیں یعنی لغت میں جس طرح صلوۃ غیر انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے لئے مستعمل ہے ایسے ہی قرآن مجید

میں مؤمنوں پر اطلاقِ سلام جہاں واجب تعالیٰ سے فرشتوں اور نبی ﷺ کے لئے ثابت ہے وہاں دیگر مؤمنین سے بھی ثابت ہے چنانچہ چند نمونے قرآن وحدیث کے ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ سَلٰمٌ قف قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ط — ان پر سلام ہوگا۔ مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

فائدہ:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اطلاق سلام ہے۔

(۲)۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۔ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ٥ — اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے ہوئے آئیں گے تم پر سلام ہو تمہارے صبر کا بدلہ تو پچھلا گھر کیا ہی خوب ہے۔

فائدہ:۔ یہاں فرشتوں کی جانب سے اطلاقِ سلام ہے۔

(۳)۔ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ۔ — اور جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ تم پر سلام ہو۔

فائدہ:۔ یہاں اس آیۂ کریمہ میں نبی ﷺ کی جانب سے اطلاق سلام ہے۔

(۴)۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا۔ — اے ایمان والو اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں نہ داخل ہو یہاں تک کہ اجازت لے لو اور ان کے ساکنوں پر سلام کرلو۔

فائدہ:۔ اس آیۂ کریمہ میں بعض مؤمنوں کا دوسرے بعض پر سلام کہنا ثابت ہوا۔

(۵)۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا۔ — اور جو تم پر سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں۔

فائدہ:۔ اس آیۂ کریمہ سے بھی بعض مؤمنوں کا دوسرے بعض پر سلام کہنا ثابت ہوا۔

اس آیت کا شانِ نزول اس طرح سے ہے۔

عن عطاء عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ولاتقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا. قال قال ابن عباس کان رجل فی غنیمۃ لہ فلحقہ المسلمون فقال السلام علیکم فقتلوہ واخذوا غنیمتہ فانزل اللہ فی ذلک. الخ

عطاء، حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مؤمنا۔ عطاء نے کہا ابن عباس نے فرمایا ایک آدمی اپنے کمائے ہوئے مال میں تھا اسے مسلمان جا ملے اس نے کہا السلام علیکم، انہوں نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کا مال لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی۔

چنانچہ تفاسیر میں ہے کہ رسولِ اکرم نورِ مجسم ﷺ نے ایک فوج کو ایک قوم پر جہاد کے لئے بھیجا۔ اُس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال و اسباب اور مویشی ان سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہوگیا تھا اُس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اور اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس لئے اُس کو مار ڈالا اور اُس کے مویشی اور اسباب سب لے لئے اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ اور تاکید فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لئے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو بے سوچ سمجھے کام مت کرو جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اُس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو اللہ کے پاس بہت کچھ غنیمتیں ہیں ایسے حقیر سامان پر نظر نہ کرنی چاہیئے۔

انتباہ اویسی غفرلہ:۔ اس سے ثابت ہوا کہ اجتہادِ صحابہ حق ہے اس میں اگر خطا ہو جائے تو ان پر گرفت نہیں۔ اسی سے ہم کہتے ہیں مشاجراتِ صحابہ میں یہی اجتہاد کارفرما تھا جیسے سیدنا علی المرتضیٰ وسیدہ عائشہ و امیر معاویہ رضی اللہ عنھم کی جنگیں اجتہاد کی وجہ سے تھیں اجتہاد میں صواب پر حضرت علی تھے اور خطا دوسروں سے ہوئی تو وہ قابلِ گرفت نہیں جیسے یہاں۔

(۷)۔ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا.

۔ اور جب تمہیں کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو۔

فائدہ:۔ اس آیہ کریمہ سے بھی ایک دوسرے پر سلام کہنا ثابت ہوتا ہے۔

تفسیر ابن جریر ص ۱۱۱ ج ۵ میں ہے۔

عن السدی "وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا" يقول اذا سلم عليک احد فقل انت و عليک السلام و رحمة الله اوتقطع الی السلام عليک کما قال لک.

سدی سے مروی ہے "وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَا اَوْ رُدُّوْهَا" سدی کہتے ہیں جب کوئی تجھے سلام کرے تو تو کہہ انت السلام ورحمۃ اللہ کہہ یا تو بھی صرف السلام علیک ہی کہہ جیسے کہ اس نے تجھے کہا۔

فائدہ:۔ ان تمام آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ لغۃً سلام میں تعمیم ہے وہ نبی وغیرِ نبی سب کے لئے مستعمل ہوتا ہے جس طرح ان کی حیاتِ ظاہری میں یہ لفظ اپنے اطلاق کے روسے عام ہے اسی طرح بعد الوصال بھی۔ کیونکہ وصال جس طرح صلاۃ کی تخصیص کے منافی نہیں اسی طرح کوئی وجہ نہیں کہ اسے سلام کی تعمیم کے منافی خیال کیا جائے۔ جس طرح زندہ لوگوں کو السلام علیکم کہا جاتا ہے مُردوں کو بھی السلام علیکم کہا جاتا ہے چنانچہ مشکوۃ شریف ص ۱۵۴ میں ہے۔

کان رسول الله ﷺ يعلمهم اذا خرجوا الی المقابر السلام عليکم اهل الديار من المؤمنين والمسلمين وانا ان شاء الله بکم لاحقون نسأل الله لنا ولکم العافية.

حضرت بریدہ سے مروی ہے کہ صحابہ جب گورستان کو جانے لگتے تو حضور ﷺ انہیں تعلیم فرماتے کہ وہاں جاکے کہنا اے شہرِ خموشاں کے مومنو! مسلمانو! تم پر سلام ہو ہم ان شاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں خدا سے اپنے اور تمہارے لئے عافیت چاہتے ہیں۔

(۲)۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سولی پر لٹکی ہوئی لاش کے قریب کھڑے ہو کر کہا "السلام علیک یا ابا خبیب السلام علیک یا ابا خبیب السلام علیک یا ابا خبیب" (مشکوۃ شریف ص ۵۵۲)

فائدہ:۔ یہ اطلاقات لغۃً عام ہیں اور اس کے جواز میں کسی کو اختلاف نہیں اختلاف اسی صورت

میں ہے جو کہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام سے خاص ہے۔ وہ اطلاق چونکہ شیعہ کا شعار ہے اسی لئے جیسے ہمارے اسلاف نے شیعہ کے شعار سے بچنے کے لئے صلوٰۃ کا اطلاق غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام ناجائز کہا بعینہ وہی شعار سلام میں بھی ہے اسی لئے جیسے صلوٰۃ کا اطلاق مکروہ ہے سلام کا بھی مکروہ ہے۔

خلاصہ تحقیقِ حق:۔ بعض لوگ لفظ صلوٰۃ علیٰ غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کے اطلاق شرعی کو منع فرماتے ہیں لیکن سلام کو جائز کہتے ہیں حالانکہ نہ صرف صاحبِ روح البیان اور صاحب روح المعانی بلکہ شفاء شریف و دیگر بے شمار اسلاف صالحین رحمھم اللہ نے تصریح فرمائی ہے کہ صلوٰۃ و سلام من حیث الاطلاق ایک ہیں۔ اور جو علّت صلوٰۃ کی ممانعت میں ہے وہی علت سلام کی ممانعت میں ہے۔ اب ہمارے خبطی محقق کی سنئے۔

افسوس بر محقق:۔ ہمارے دور کے محقق صاحب روح البیان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں یہ ان کی نااہلی کی دلیل ہے ورنہ صاحبِ روح البیان کی تائید دیگر اسلاف نہ بھی کرتے صرف صاحبِ روح البیان بھی لکھتے تب بھی محقق جیسے محققین کی تحقیق سے اُن کی تحقیق ہزاروں درجہ بلند و بالا ہے (ہاں یہ تحقیر منکرین کمالات انبیاء و اولیاء علیہ السلام کرتے تو انہیں معذور سمجھا جاتا اس لئے کہ تفسیر روح البیان ہے ہی کمالات انبیاء و اولیاء کا مجموعہ) تفصیل دیکھئے فقیر کی تصنیف "الفیضان علیٰ روح البیان"۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے:۔ محقق صاحب الٹا اسلاف مع اخلاف کو ڈانٹ رہے ہیں کہ یہ قیاس کر رہے ہیں اور ترجیح بلا مرجع کا ارتکاب کر رہے ہیں چنانچہ پمفلٹ ص ۱۵، ۱۶ پر لکھا۔ کسی ایک کو ترجیح دینا صرف دلائل و براہین ہی کی روشنی میں ہو سکتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کسی مسئلہ کو کوئی ابتداءً استنباط کرتا ہے تو بسا اوقات مسئلہ کے کئی پہلو اس کے پیشِ نظر نہیں ہوتے مگر وہ ایک رائے قائم کر لیتا ہے۔ اسی طرح کوئی دوسرا شخص بھی جسے ابتداءً استنباط کرنا پڑا ایک رائے قائم کر لیتا ہے خواہ تمام پہلو اس کے بھی پیشِ نظر ہوں یا نہ ہوں مگر متاخرین جن کے سامنے مسئلہ کے تمام پہلو۔ متعدد نقول اور ان کی وجوہ ہوتی ہیں۔ وہ ان نقول و دلائل کی روشنی میں کسی ایک رائے کو

قائم کرنے میں جس قدر نفس الامریت کو اپنا سکتے ہیں ابتداء استنباط کرنے والوں میں سے خال خال ہی کسی کو اس مقام پر پہنچنا نصیب ہوتا ہے۔ عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانی تنبیہ المغترین ص۳ پر فرماتے ہیں۔

واذا کان المؤلف اول مستنبط کما ذکرناہ احتاج کلامہ الی من یتعقبہ ویستدرک علیہ ضرورۃ کما استدرک العلماء من المتاخرین علی من سبقھم بخلاف من کان مؤلفہ مجموعاً من القول المتاخرین فان کلامہ لا یحتاج الی التعقب الافی النادر وذلک لانہ یری تنکیت العلماء علی بعضھم فیاخذ العبارۃ السالمۃ من التنکیت.

جب کوئی مصنف پہلے پہل استنباط کرنے والا ہو جیسے ہم نے ذکر کیا ہے ضرور اس کا کلام ایسے لوگوں کا محتاج ہوتا ہے جو اس کا تعقب اور اس پر گرفت کریں جیسے متاخرین نے متقدمین پر گرفت کی بخلاف اس کے جس کی تالیف نقول متاخرین کا مجموعہ ہو اس کا کلام بہت کم تعقب کا محتاج ہوتا ہے اس کا سبب یہ ہے کہ وہ علماء کی بعض پر تنقید دیکھ لیتا ہے تو وہ عبارت کو اختیار کرتا ہے جو اعتراض سے سالم ہو۔

یہ تقریر لکھ کر محقق صاحب فرماتے ہیں کہ "میں اپنے معزز اہل افتاء کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ بہتر ہوتا جو آپ لوگ یک طرفہ ڈگری دینے سے قبل مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر غور فرما لیتے اور نقول اسلاف اور ان کے دلائل کی روشنی میں قلم اٹھاتے، مانا کہ صاحب روح البیان نے سلام کو صلاۃ کے حکم میں لکھ دیا ہے مگر مفتیانِ گرامی قدر کو بھی غور سے کام لینا چاہئے تھا کہ ان صاحب کا قول عقل ونقل کی روشنی میں کہاں تک صحیح ہے۔

تبصرہ اویسی:۔ محقق، صاحب روح البیان پر تو برس رہے ہیں لیکن جناب بھی مجتہد نہیں۔ مثلاً آپ نے فرمایا کہ مسلمان دوران ملاقات ایک دوسرے کو السلام علیکم وعلیکم السلام کہتے ہیں یا نہیں؟

کہتے ہیں اور ضرور کہتے ہیں مگر الصلوۃ علیکم وعلیکم الصلوۃ نہیں کہتے بلکہ اسے تو ناجائز مکروہ تصور کرتے ہیں۔ جب یہ حال ہے تو پھر یہ کہنا کہ سلام صلاۃ کے حکم میں ہے کیسے درست ہوسکتا ہے۔ کہنے والا صاحب روح البیان ہو یا مصنف مفاتیح الجنان۔

انتباہِ اویسی غفرلہ:۔ محقق صاحب اپنی تردید خود فرماتے چلے جارہے ہیں مثلاً پہلے فرمایا کہ ترجیح دلائل سے ہو بلا دلیل کسی کو ترجیح نہ ہو۔ اور یہ کام عام نہیں لیکن یہی کام خود کرلیا کہ صاحب روح البیان بلکہ اکثر اسلاف صالحین رحمہم اللہ صلوٰۃ وسلام کا ایک حکم مانتے ہیں آپ نے اسے ٹھکرا کر اپنا قیاس شروع کردیا کہ صلوۃ وسلام علیحدہ علیحدہ فرد ہیں اسی عقلی مثال سے واضح فرمایا اس پر اسلاف صالحین میں سے کسی کا قول نقل نہیں فرمایا کہ صلوٰۃ وسلام علیحدہ علیحدہ افراد ہیں۔ قارئین غور فرمائیں ایک طرف محقق صاحب کی تحقیق (جو شیعوں کو خوش کرنے پر مبنی ہے) دوسری طرف اسلاف صالحین ہیں جن میں صرف صاحب روح البیان رحمۃ اللہ علیہ اکیلے بھی محقق صاحب جیسے لاکھوں پر بھاری ہیں کے خلاف کر رہے ہیں اس پر محقق صاحب پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

لیکن ہماری بات ایسے حضرات سنتے کب ہیں اب تو رونا آتا ہے کہ جسے بھی دو چار کتابیں لکھنے کا موقعہ ملتا ہے اور اس کے پاس دنیوی سرمایہ بھی ہے تو پھر وہ متکبرانہ انداز میں کہتا ہے کہ فلاں فلاں امام اور بزرگ نے یہ فرمایا لیکن میں یہ کہتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ اس پر غور نہیں کرتا کہ اس "میں میں" سے عزازیل مارا گیا لیکن ٹیڈی مجتہدین کو اس طریق پر بڑا ناز ہے۔

☆☆☆☆☆

سوالات:۔ جب اطلاق سلام کی تعمیم آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ پاک سے ثابت ہے ادھر یہ قاعدہ کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے اور مانعین کے پاس ممانعت کی کوئی دلیل نہیں قرآن وحدیث تو دور کی بات ہے کسی صحابی کا قول تک نہیں؟

جواب ا:۔ جواز کے لئے محقق صاحب کے ہاں کونسی دلیل قرآن وحدیث ہے بلکہ کسی صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو دور کی بات ہے کسی مجتہد کا قول بھی نہیں محقق صاحب کا اپنا قیاس ہے اور وہ بھی مع الفارق۔

جواب ۲:۔ ہمارے نزدیک وہی دلیل کافی ہے جو اسلاف صالحین کی تصریحات کہ سلام وصلاۃ کا ایک حکم ہے تو جس طرح کے دلائل صلاۃ کے اطلاق سے تشبہ بالروافض سے بچنا ہے ایسے ہی سلام علی غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام میں بھی بچنا ضروری ہے۔

انتباہ:۔ چونکہ ہمارا زیادہ زور اسی پر ہے کہ سلام علی غیر انبیاء و ملائکہ علیہم السلام بالخصوص حضرت علی وحضرت حسین وحضرت فاطمہ ودیگر ائمہ اثنا عشرہ پر بالاستقلال سلام کہنا لکھنا شیعوں کا شعار ہے اسی لئے اس سے بچنا ضروری ہے ہمارے محقق صاحب اس قاعدہ کو توڑنا چاہتے ہیں چنانچہ ملاحظہ ہو۔

شعارِ شیعہ سے تشبیہ کا جواب از محقق صاحب:۔ اسلاف صالحین رحمہم اللہ نے صلوٰۃ کی طرح سلام کو بھی شعارِ شیعہ کہا ہے۔ ہمارے محقق صاحب نے اس کا جواب دیا کہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اہلِ بیت پر علیہ السلام کا اطلاق شیعہ لوگ بھی کرتے ہیں اگر ہم نے کیا تو ان سے مشابہت پائی جائے گی۔ لہٰذا ہمارے لئے اس لفظ کا اطلاق روا نہیں۔ تو میں عرض کروں گا کہ پھر یہ درس و تدریس کا سلسلہ بھی ختم کردیجئے کیونکہ بددینوں سے مشابہت پائی گئی۔ پاجامے پہننا چھوڑ دیں کیونکہ غیر مسلموں سے مشابہت پائی گئی۔ ریل گاڑی اور ہوائی جہاز پر سفر چھوڑ دیجئے کیونکہ انگریز سے مشابہت پائی۔ حقہ کو بھاڑ میں جھونکئے کیونکہ ہندوؤں سے مشابہت پائی۔ سرے سے روٹی ہی کھانا چھوڑ دیجئے کیونکہ بے دینوں سے مشابہت پائی گئی بلکہ زندگی سے بھی بیزار ہو جائیے کیونکہ غیر مسلموں سے مشابہت پائی گئی۔ خدا کی توحید سے بھی ہاتھ صاف کرنے پڑیں گے کیونکہ دوسری قومیں بھی اس کی قائل ہیں حضور کی رسالت تک بات پہنچے گی مگر آپ ایسا کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں گے۔ جب یہاں تیار نہیں تو اطلاقِ سلام علی غیر الانبیاء کو تشبہ بالروافض کی آڑ میں ناجائز و مکروہ کہنے کی جرأت کیوں کی۔ اے گرامی قدر حضرات! کسی کافر سے مشابہت امورِ مذمومہ میں مذموم ہے نہ کہ محمودہ میں۔ پھر امورِ محمودہ میں کافر سے مشابہت اگر من حیث ہو کافر ہو تو ناجائز اور اگر من حیث ہو عاقل یا ماہر وغیرہ ہو تو جائز۔ حضور فرماتے ہیں۔

"الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ الحکیم فحیث وجدھا فھو احق بھا" (مشکوٰۃ ص ۳۴)

دانائی کی بات دانا آدمی کی گم شدہ چیز ہے تو وہ اسے جہاں پالے اس کی اتباع کا زیادہ حقدار ہے۔ اگر کسی دانائی کی بات پر کوئی غیر مسلم عمل پیرا ہے تو ہمارا بھی اس پہ عمل پیرا ہو جانا صرف اس کے دانائی کی چیز ہونے کے سبب ہوگا نہ کہ غیر مسلموں سے مُشابہت کے سبب اس امر پہ عمل پیرا ہونا اس نیت سے ہوگا کہ وہ ہماری اپنی چیز ہے اور حضور کے فرمان کے مطابق ہم اس پر عمل پیرا ہونے کے زیادہ مستحق ہیں۔

مؤطا امام مالک مع مصفّٰی ومسوی جلد ثانی ص ۲۸ پر ہے۔

عن جدامة بنت وهب الاسدية انها سمعت رسول الله ﷺ يقول لقد هممت ان انهى عن الغيلة حتىٰ ذكرت ان الروم والفارس يصنعون ذلك فلا يضر اولاد هم قال مالک الغيلة ان يمس الرجل امرأته و هي ترضع.

جدامہ بنت وہب اسدیہ سے مروی ہے انہوں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے مردوں کو غیلہ کرنے سے منع کرنے کا ارادہ کیا حتیٰ کہ مجھے یاد آیا کہ اہل روم و فارس اسے کرتے ہیں مگر ان کی اولاد کو نقصان نہیں پہنچاتا (پس اس ارادہ کو ترک کیا) امام مالک کہتے ہیں غیلہ یہ ہے کہ مرد اپنی دودھ پلانے والی بیوی سے جماع کرے۔

کیا آپ لوگ یہاں بھی تشبہ بأہلِ فارس وروم کا ڈھنڈورا پیٹ کر غیلہ کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیں گے؟ ہرگز نہیں۔ کیا غیلہ کو تشبہ بالکفار کی نیت سے روا رکھا گیا؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ حکمت کی بات ہونے کے سبب مؤمن کی چیز تھی اس لئے اس پر عمل کیا گیا۔ دیکھئے! کتنی ہی غیر مسلم اقوام کے پاجامہ استعمال کرنے کے باوجود حضور پُر نور ﷺ نے اسے پسند فرمایا بلکہ بعض محدثین نے تو حضور ﷺ کے بنفسِ نفیس پاجامہ پہننے کے اثبات پر بھی زور دیا ہے تو کیا اس پر بھی تشبہ بالکفار کے سبب ناجائز ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہاں مشابہت کفار کا قصد نہیں بلکہ یہ ایک مفید اور عمدہ چیز تھی جسے پسند کرنا "الکلمة الحکمة ضالة المؤمن" کے رو سے تھا۔

جب ان چیزوں کو باوجود مشابہت کے ناجائز نہیں کہا جاتا تو کوئی وجہ نہیں کہ سلام علیٰ غیر الانبیاء کو ناجائز کہنے کے لئے تشبہ بالروافض کی آڑ لی جائے۔ اے گرامی قدر حضرات! جب اطلاق سلام علیٰ غیر

الانبیاء شرعا بھی کوئی امر مذموم نہیں اور ہماری نیت بھی تشبہ بالروافض کی نہیں بلکہ اتباع حق ہے باقی رہا ہمارا اوران کا اس اطلاق میں متفق ہو جانا یہ ایک امر اتفاقی ہے جس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حضورؐ کے فرمان ''من تشبہ بقوم فھو منھم '' میں تشبہ سے مراد مشابہت ارادیہ ہے نہ کہ اتفاقیہ۔ پس حدیث کے رو سے مشابہت ارادیہ ممنوع ٹھہری نہ کہ مشابہت اتفاقیہ اور'' فیما نحن فیہ'' میں صرف مشابہت اتفاقیہ ہی پائی گئی ہے۔ نبراس ص ۴۵۴ پر صاحب نبراس عصمت انبیاء کے بارے میں قاضی عیاض کا مسلک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

نتیجہ از محقق:۔ جب یہ حال ہے تو پھر کس طرح اطلاق سلام علیٰ غیر انبیاء کو تشبہ بالروافض کی آڑ میں ناجائز ومکروہ کہا جاسکتا ہے۔ نیز اس پر بھی کوئی دلیل نہیں کہ پہلے پہل اطلاق سلام علی غیر انبیاء روافض ہی نے کیا۔ بلکہ ہم تو آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے غیر انبیاء پر اس کے جواز کا ثبوت پیش کر چکے ہیں اور نزول قرآن واحادیث کے وقت تو کسی رافضی کا وجود ہی نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ غیر انبیاء پر اطلاق سلام ہمارے مذہب میں پہلے سے موجود ہے۔ اب اگر بعد میں روافض نے شروع کردیا تو اس کا یہ نتیجہ نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے اس جائز ومشروع اطلاق کو ناجائز وناروا کہنا شروع کردیں بلکہ اسے اپنے مذہب کی خوبی وعمدگی کی دلیل کہنا چاہیئے۔ کیونکہ کسی قوم کے مذہبی مسائل پر اگر دیگر اقوام کے اہلِ خرد بھی عمل شروع کردیں تو یہ اس مذہب کی حقانیت ومقبولیت کی روشن دلیل ہوتی ہے۔ دوسروں کے عمل پیرا ہونے سے کوئی قوم اپنے مسلک کو ترک نہیں کر سکتی ورنہ تو اس کے مذہب کا ناس ہوجائے گا۔ ہمارا اسلام ایک فطرتی مذہب ہے۔ غور وخوض کے بعد ہر ذی عقل اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اس کے مسائل فطرت کے مطابق ہیں۔ اب اگر بعض دیگر اقوام کسی مسئلہ میں ہماری نقل کرنے لگیں تو اس سے ہم اپنا مسلک نہیں چھوڑ سکتے۔ دیکھئے! ہم اپنے بدن کے بلند وبرتر اور اشرف واعلیٰ حصہ کو اپنے منعم حقیقی کی بارگاہِ بے نیاز میں جھکاتے ہیں۔ یہ فعل ہر ذی خرد کی نظروں میں بہت ہی عمدہ ہے اب اگر بعض غیر مسلم اقوام بھی اسی طرح سجدہ ریزیاں کرنے لگیں تو اس سے کوئی بھی فرزند اسلام مشابہت اغیار کی پچر لگا کر اپنے خالق ومالک کے سامنے جھکنے کو ناجائز ومکروہ کہنے کی جرأت نہیں کرے گا بلکہ اسے اپنے مسلک کی عمدگی کی دلیل

شمار کرے گا۔ اسی طرح روافض کے اطلاق سلام علی غیر انبیاء کو جائز کہنے سے ہمیں اپنا مسلک نہیں ترک کرنا چاہیئے بلکہ ان کے اس رویہ کو اپنے مذہب کی عمدگی کی دلیل شمار کرنا چاہیئے۔ غرض یہ کہ بعض امور ایسے ہیں جن کا ارتکاب عندالشرع ہمارے لئے ہر حال میں ناجائز ہے یعنی ان کے کرتے وقت خواہ کسی سے مشابہت کی نیت ہو یا نہ ہو اور بعض ایسے امور ہیں کہ بقصد مشابہتِ اغیار ان کا ارتکاب ناجائز ورنہ جائز، سینہ کوبی کرنا شرعاً ناجائز ہے خواہ وہاں مشابہت اغیار کی نیت ہو یا نہ ہو بہر صورت ناجائز ہی ہے۔ صلاۃ کا اطلاق قریباً تمام اسلاف کے نزدیک انبیاء سے خاص ہے۔ نیز آیات قرآنیہ کی روش بھی اسی پر دال ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ پس غیر انبیاء پر علیہ الصلاۃ یا علیہ الصلوۃ والسلام کا اطلاق ناجائز ہے خواہ مشابہت روافض کی نیت ہو یا نہ ہو مگر سلام انبیاء کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اسے تو جمیع مؤمنین کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے پس اس کا اطلاق غیر انبیاء پر جائز وروا ہے ہاں اگر مشابہتِ روافض کی نیت سے کیا گیا تو پھر ناجائز ومکروہ ہوگا۔

جواب:۔ یہ لمبی تقریر اپنا رد خود ہے اس لئے کہ جب علیہ السلام ایک مخصوص کلمہ انبیاء وملائکہ کے لئے اور وہ شیعوں نے ائمہ اثناعشرہ کے لئے ایک غلط عقیدہ کی بنا کر روا رکھا ہے تو اب ہماری نیت ہو یا نہ ہو تب بھی تشبہ ثابت ہوگا۔ نیز محقق صاحب کا سلام کے لئے مثالوں سے مسئلہ ثابت کرنا صحیح ہے تو پھر صلوۃ کے جواز کے لئے بھی یہی مثالیں دی جاسکتی ہیں جب صلوۃ کا اطلاق ناجائز ہے تو سلام کا جواز مثالوں سے ثابت نہیں کیوں نہ ثابت ہو سکے گا۔

محقق صاحب کی تقریر سوالات کی طرز پر:۔ محقق صاحب نے کہا ہے کہ تشبہ تب ہو جب یہ اطلاق ان سے پہلے نہ ہوا ہو۔

جواب اویسی غفرلہ:۔ تشابہ ہوتا ہی مشبہ بہ کے وجود سے ہے۔ کہ یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ تشبہ سے پہلے فعل کا وجود نہ ہو۔ ہم ایک نہیں بیشمار مثالیں دکھا سکتے ہیں کہ شے کا وجود پہلے ہوتا ہے لیکن کراہت کا قول ہوگا جب مشبہ بہ کا وجود پایا جائے گا مثلاً بحق فلاں فلاں کا وجود پہلے تھا جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے لیکن اس کی کراہت معتزلہ کے غلط عقیدہ کو تقویت پہنچانے کے خطرہ سے فقہا نے اس کا اطلاق مکروہ بتایا اس کی مختصر تحقیق آئے گی۔

سوال:۔ محقق نے کہا کہ ہم نے مسئلہ قرآن واحادیث سے لکھ دیا ہے؟

جواب اویسی غفرلہ۔ قرآن واحادیث کے اطلاقات لغوی لحاظ سے ہیں اس کا کون منکر ہے ۔اس کی تفصیل گزر چکی۔

سوال۔ محقق صاحب نے تشابہ کو یوں اڑایا ہے کہ یہ اطلاق علی غیر انبیاء والملائکہ اہلسنت کا طریقہ قدیم سے چلا آرہا ہے تو شیعہ نے اگر اسے لے لیا تو پھر بھی ہمارے مذہب کی تائید ہوگی؟

جواب اویسی غفرلہ:۔ پہلے سے اس کا اطلاق صرف اہلسنت تک محدود نہ تھا اگر تھا تو عام صرف اسے حضرت علی وحضرت حسن وحسین اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہم تک محدود کرنا شعارِ شیعہ ہے اور وہ اپنے غلط عقیدہ کو مضبوط کرنے کے لئے کرتے ہیں اور یہ ان کا شعار (علامت) بن چکا ہے اس لئے اہلسنت کو اس سے احتراز ضروری ہے۔

اسلاف سے انحراف:۔ محقق صاحب نے اسلاف کے عدم اطلاق کے رد میں یوں کیا کہ (۱) یا تو وہ قلتِ فہم کا نتیجہ ہے (۲) یا اس کا سبب قلتِ تامل تفحص ہے (۳) یا وہ صورت جس میں تشبہ کی نیت ہو (۴) بعض نے ایک مخصوص اصطلاح بنالی تھی۔

ان لوگوں کا غیر انبیاء پر اطلاق سلام نہ کرنا عدم جواز کی بنا پر نہ تھا بلکہ اپنی مخصوص اصطلاح کی وجہ سے تھا۔ اب کوئی بھی یہ حق نہیں رکھتا کہ دوسروں پر کسی کی اصطلاح کو لازم ٹھہرائے اور اصطلاح کی مخالف اصطلاحوں کو ناجائز کہے کیونکہ مشہور قاعدہ ہے۔ "**لامناقشة فی الاصطلاح**"۔

تبصرۂ اویسی غفرلہ:۔ چھوٹا منہ بڑی بات والی مثال، ہمارے محقق کے لئے ثابت ہو رہی ہے کہ (۱) قلتِ فہم (۲) قلتِ تامل وتفحص کا طعنہ اسلاف کے لئے اخلاف کو لائق نہیں۔ اس طعن کا معاملہ فقیر عوام وخواص اہلسنت پر چھوڑتا ہے وہ اسلاف جن کی زندگی دین کے ہر مسئلہ کی چھان بین میں گزری ان پر قلتِ فہم وقلتِ تامل وتفحص کا وہ لوگ طعنہ دیں جنہیں دین کی سمجھ بہ نسبت اسلاف کے عشرِ عشیر بھی نصیب نہیں۔

بہر حال اس سے یہ تو واضح ہوا کہ اسلاف صالحین کا مذہب اطلاق علیہ السلام علی انبیاء و ملائکہ کراہت ہے۔ خواہ وہ بہ نیت تشبہ ہو یا نہ ہو۔ لیکن دورِ حاضرہ میں تو اور زیادہ ضروری ہے کہ

عوام شیعہ کے دام تزویر میں بہت بڑی آسانی سے پھنس جاتے ہیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ ہمارے مشائخ کے درمیان ہر دور میں ایک خاص طرزِ تحریر رواج پکڑتا چلا آیا ہے۔ اگر ایک دور میں ایک انداز ہے تو دوسرے دور میں دوسرا اسلوب۔ مگر دورِ متقدم میں رائج ہونے والی چیز کا دورِ متاخر میں ترک کبھی اس کے عدم جواز کی بنا پر ہوا کرتا ہے کبھی دیگر اور اسباب کی بنا پر بھی ہوا کرتا ہے اسی طرح متقدمین نے بعض وجوہات سے اہلِ بیت اطہار پر سلام کا اطلاق کیا اور متاخرین نے اسے ترک کر دیا اور متاخرین نے ترک اطلاق سلام اس لئے کیا کہ صرف اہلِ بیت پر اطلاق سلام کے رواج سے کہیں کسی کو باقی صحابہ پر اس اطلاق کے ہونے سے عدم جواز کا شبہ نہ ہو جائے جس کی بنا پر ہمارے بعض اسلاف نے اہلِ بیت اطہار پر اطلاق سلام ترک کیا اور سب کے لئے رضی اللہ عنہ لکھنا بولنا شروع کر دیا اور یہی انسب ہے کہ اس میں صحابہؓ کرام و اہلِ بیت عظام کے درمیان امتیاز ختم ہو جاتا ہے اس کے برعکس اہلِ بیت کے لئے علیہ السلام اور صحابہ کرام کے لئے رضی اللہ عنہ سے صاف اور واضح ہوگا کہ ایسا کرنے والا شیعہ ہے یا اس کا ہمنوا۔ اسی تہمت سے بچنے کے لئے اہلسنت پر لازم ہے کہ وہ اہلِ بیت کے لئے بجائے علیہ السلام کے رضی اللہ عنہ کا استعمال کرے تاکہ سنیت کے بجائے شیعیت کا نام سر نہ ہو جائے۔

سوال:۔ نہ صرف جملہ صحابہ پر اطلاقِ علیہ السلام جائز ہے بلکہ تمام اہلِ اسلام پر جائز ہے صرف مناسبت کی وجہ سے بعض افرادِ اہلبیت سے خاص ہے۔ بعض مثلاً کرم اللہ وجہہ اگرچہ حضرت ابو بکر کے لئے بھی لکھ سکتے ہیں لیکن حضرت علی سے اس لئے خاص ہو گیا کہ خوارج آپ کے نام کے بعد "سوّد اللہ وجہہ" کہتے ان کے رد میں کرم اللہ وجہہ کہا جانے لگا اس لحاظ سے آپ کے ساتھ خاص ہو گیا اسی طرح علیہ السلام اہلِ بیت سے مخصوص ہو گیا بوجہ قرب رسول ﷺ اور بوجہ فضائل مثلاً ان پر قبا ڈالنا یعنی چادرِ مبارک میں اپنے ساتھ ملا کر "اللھم ھٰؤلاء اھل بیتی" فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے فرمایا "علی منی وانا منه" اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" نیز فرمایا "انت منی بمنزلة هرون من موسیٰ الا انه لانبی بعدی" جب شیرِ خدا کو حضور سے اس قدر قرب ہے تو پھر آپ کے لئے

سلامتی ہی سلامتی کیوں نہ ہو۔ سیدۃ النساء کے بارے میں فرمایا ''فاطمۃ بضعۃ منی'' حضور سے اتنا قرب ہوتے ہوئے آپ کے لئے کیوں نہ سلامتی ہی سلامتی ہو۔ نیز فرمایا ''ان فاطمۃ سیدۃ النساء اھل الجنۃ'' حضرت خیر النساء کو دار السلام کی عورتوں کی سیدہ فرمایا۔ حسنین کریمین کے بارے میں ارشاد فرمایا ''سیدا شباب اھل الجنۃ الحسن والحسین'' ہر دو شہزادوں کو دار السلام کے نوجوانوں کا سردار فرمایا۔ یہ وجوہ ہیں جن کے سبب یہ اطلاق ان حضرات سے خاص ہوا۔

جواب۔ خاص کہاں ہوا۔ کتبِ اسلام میں مثلاً اصول شاشی کی عبارت والسلام علیٰ ابی حنیفۃ میں تو حضرت امام ابوحنیفہ پر بھی یہ اطلاق موجود ہے۔

سوال۔ اختصاص سے ہماری مراد باعتبار اکثر استعمال ہے۔ ابنِ کثیر فرماتے ہیں ہم نے کئی کتابوں میں دیکھا کہ صرف مولا علی شیرِ خدا کے نام کے ساتھ علیہ السلام یا کرم اللہ وجہہ لکھا ہوتا ہے مگر چاہیئے یہ کہ باقی صحابۂ کرام کے ناموں کے ساتھ بھی لکھا جائے۔ اس میں شک نہیں کہ ان ہر دو لفظوں کا اطلاق باقی صحابہ بلکہ جمہور مسلمین کے لئے بھی جائز و درست ہے مگر عرف میں بعض مناسبتوں سے یہ دونوں لفظ مولا علی مشکل کشا سے مختص ہوئے۔ لہٰذا استعمال میں ان لفظوں کو ان کے ساتھ خاص رکھنے میں کوئی قباحت نہیں۔ جس طرح لفظ صدیقِ اکبر استعمال میں خلیفۂ اوّل امیر المؤمنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خاص ہوگیا۔ حالانکہ مولا علی علیہ السلام کو بھی صدیق اکبر کہہ سکتے ہیں۔ اسی طرح لفظ کرم اللہ وجہہ اور علیہ السلام مولا علی شیر خدا سے خاص ہوگئے حالانکہ باقی صحابۂ کرام کے لئے بھی کہہ سکتے ہیں۔

جواب مع تبصرۂ اویسی۔ پرنالہ تو وہاں رہا جہاں تھا۔ وجہ تخصیص تبھی ترجیح بلا مرجح ہے اس لئے کہ اگر فضائل و کمالات کی وجہ سے سیدنا علی و سیدنا حسن و سیدنا حسین و سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہم پر علیہ السلام کا اطلاق صحیح ہے تو دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے بھی ان کے مخصوص فضائل کی وجہ سے جواز ثابت ہوتا ہے بلکہ بقولِ محقق صاحب تمام صحابہ کے لئے بلا شک وشبہ جائز ہے تو پھر اہلِ بیت سے تشابہ شیعہ کی وجہ سے مانع ہوگئی کہ ان پر اطلاقِ علیہ السلام سے شیعہ سے مشابہت ہوتی ہے فلہٰذا اس مشابہت کی وجہ سے ترک اولیٰ ہے۔

آخری سوال۔ محقق صاحب نے اپنے دعویٰ میں ۱۴ بزرگوں کی تصانیف کے اسماء گنائے جن میں اسمائے اہلِ بیت کرام پر علیہ السلام کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس کے بعد آخر میں خود سوال لکھ کر جواب دیا کہ کتابت کی غلطی بھی نہیں بلکہ ان حضرات نے عمداً ایسے کیا ہے۔

جواب ۱:۔ دورِ حاضر میں سب کو معلوم ہے کہ اکثر کتابوں میں ﷺ کے بجائے (ؐ)، علیہ السلام کے بجائے (ؑ)، رضی اللہ عنہ کے بجائے (ؓ) اور رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے (ؒ) کا مرض عام ہے۔ اس میں بعض تو واقعی ایسے لکھنے کے قائل ہیں لیکن اکثر میرے جیسے نہ صرف روکنے والوں میں سے ہیں بلکہ جو ایسے لکھے اُسے ''محروم القسمۃ'' کہتے ہیں اس کے باوجود ہماری تصانیف میں بھی یہ حرکت کاتبوں سے سرزد ہو جاتی ہے تو اس سے کوئی بندۂ خدا استدلال کرے کہ چونکہ اویسی کی تصانیف میں (ؐ ؑ ؓ ؒ) لکھا ہوا ملتا ہے فلہٰذا ایسا لکھنا جائز ہے۔ بعینہٖ یہی بات اہلِ بیت کرام پر علیہ السلام کے لکھنے کی ہے کہ ان میں اکثریت تو کاتبین کی عادت کو دخل ہے۔ کچھ کاتبین شیعہ بھی ہوتے ہیں اور سُنّی کاتب ہوتے ہیں تو بعض جاہل بھی ہوتے ہیں پھر جب رواج پڑ گیا تو مسئلہ کی حقیقت سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہتا۔ فلہٰذا اس طرز سے استدلال محقق کو لائق نہیں، سطحی لوگ اس طرح کی دلیل بنا سکتے ہیں۔

جواب ۲:۔ فقیر نے پہلے عرض کیا ہے کہ بعض علمائے کرام کسی مسئلہ میں قائل ہوں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہی سب کا مذہب ہے۔ ممکن ہے اس طرز میں وہی بعض حضرات ہوں جو اہلِ بیت کرام کے اسماء گرامی پر علیہ السلام لکھ دیتے ہوں پھر عام روش پر سب کاتبین لکھتے چلے گئے۔

جواب ۳:۔ قدیم دور میں بعض علماء نے جواز کا فتویٰ دیا ہو لیکن اس وقت جب بات واضح نہ ہوئی ہو کہ شیعہ اہلِ بیتِ کرام کو سوائے حضور علیہ السلام کے تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل مانتے ہیں اسی لئے وہ اہل بیت پر علیہ السلام لکھتے پڑھتے ہیں۔ اسی لئے بعد کو ان حضرات نے بھی ترک کر دیا۔

آخری اور فیصلہ کن بحث:۔ اسلامی قاعدہ ہے کہ بدمذہب قوم کے ساتھ کسی طرح بھی تشابہ نہ ہو ان سے تشابہ کے تمام طور طریقے ترک کرنے چاہئیں پھر اگر کوئی اس تشبیہ کو قصداً و ارادۃً

کی وجہ ظاہر ہے کہ سنی بھولا بھالا ہے اسے شیعہ اپنے مذہب میں لانے کی کئی تدبیریں بتاتے ہیں ایک یہی ہے سنی کو کہتے ہیں کہ بارہ اماموں کے اسمائے گرامی کے ساتھ امام کا لفظ بمنزلہ جزو اسم ہے اور پھر ان کے لئے دعائیہ جملہ علیہ السلام تجویز کر رکھا ہے جو کسی دوسرے امتی کے لئے استعمال نہیں ہوتا ہے بلکہ کہہ نہیں سکتا۔ ابو بکر علیہ السلام، عمر علیہ السلام، عثمان علیہ السلام، بلکہ ان حضرات کے ساتھ رضی اللہ عنہ کا استعمال ہوتا ہے۔ عوام الناس یہ سب کچھ دیکھتے ہیں اور اگر وہ خود اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو جماعت مجتہدین ان کو متوجہ کرتی ہے اور ان کو یہ دکھاتی اور سمجھاتی ہے کہ یہ دعائیہ جملہ جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے مبارک ناموں کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے ہمارے ائمہ کے ناموں کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے۔ اسی سے ظاہر و باہر ہے کہ یہ بارہ افراد زمرۂ انبیاء میں شامل ہیں اور ان کی امامت معمولی امامت نہیں بلکہ حضرات انبیاء ماسبق کی امامت ہے۔

فائدہ:۔ اگر بعض علماء کی تحقیق برائے غیر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ الصلاۃ یا علیہ السلام کہنے کو جائز قرار دیتی ہے اور ان کے قول پر کوئی عمل کرتا ہے تو وہ پہلے ان دو حضرات کے ساتھ اس کا استعمال کرے جو اہلسنت کے نزدیک شیعانِ اہلبیتِ اطہار کے بارہ اماموں سے باتفاق افضل ہیں اور وہ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ مجوزین نے اگر جواز کا بیان کیا ہے تو تمام صحابہ علماء و صلحاء کے لئے کیا ہے صرف اہلبیتِ اطہار کے بارہ افراد کے لئے نہیں کیا ہے۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے حضرات اہلبیتِ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ذکر کے وقت لفظ امام کا استعمال اور علیہ السلام کی دعا کرنے کو ترک کیا جائے تا کہ شیعہ عوامِ اہلسنت کو گمراہ نہ کر سکیں۔

سنی کو شیعہ بنانے کے طریقے:۔

(۱)۔ اہلبیت سے محبت:۔ اہلبیت اطہار کی محبت ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے بلکہ اس کے لئے ان پاکیزہ نفوس کی محبت سرمایۂ سعادت ہے لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ ''حبک الشیء یعمی ویصم'' صادق آجائے اور ہم غلط راہ پر پڑ جائیں اور حفظِ مراتب کی قید سے اپنے آپ کو آزاد کر لیں۔ ہر

نیک کام کو دوستی کے پیرایہ میں بگاڑنے کے لئے شیاطین مقرر ہیں۔نماز میں آنے والا شیطان ''خنزب '' ہے۔وضو میں وساوس پیدا کرنے والا ''ولہان'' ہے۔اہلبیت کی محبت میں غلو کرانے والا بھی کوئی شیطان ہے جو راہِ حق اور ائمہ دین کے مسلک سے ہم کو ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

فائدہ:۔اس حربہ سے شیعوں نے بیشمار بڑے سمجھدار اہلِ علم سُنیوں کو شیعہ بنایا۔

(۲)۔کربلا کی جنگ:۔اسے کفر واسلام کی جنگ کا ایسا تصور دیا کہ عوام اس جنگ کو اسلام کی دوسری جنگوں کو خاطر میں نہیں لاتے حالانکہ اس سے بڑھ کر سانحہ عثمان رضی اللہ عنہ ہے اور آپ ہی مظلوم ترین شہید ہیں لیکن سُنی مسلمان اس سانحہ کو سمجھنا تو درکنار کبھی بھولے سے مجلس عثمان رضی اللہ عنہ نہیں منعقد کی اور نہ ہی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے واقعات کو یاد رکھا۔بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سانحہ کو تو اللہ تعالیٰ نے ''ان ھذا لھو البلاء المبین '' سے تعبیر فرمایا ہے لیکن مسلمان کبھی سانحۂ ابراہیم علیہ السلام پر نہیں چونکا حالانکہ یہ ''ابوالانبیاء'' کا واقعہ ہے اور نہایت ہی سنگین۔ادھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے واقعات اکثر جھوٹے اور افسانے منگھرت ایسے یاد ہیں جیسے حافظِ قرآن کو سورۂ فاتحہ۔

(۳)۔شہادتِ حسین رضی اللہ عنہ:۔اس سے خصوصی لگاؤ کہ ماہِ محرم کے پہلے دس دن کا کیسا اہتمام کیا جاتا ہے لیکن کبھی رمضان شریف کے اہتمام میں روزہ اور تراویح نصیب تک نہیں ہوتی ۔ہاں جیسے حضرت امام حسین شہید ہیں یونہی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بھی شہید و حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہیں ان کا ماتم وغیرہ اور سالانہ ان کی شہادت کا اہتمام نہیں تو کیوں؟

(۴)۔مذمت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ:۔ان کی مذمت اور بدگوئی۔اہل علم کہتے ہیں کہ سُنی کو شیعہ بنانے کے لئے شیعوں کے پاس یہ بڑا ہتھیار ہے۔

(۵)۔وہ اصطلاحات جو انبیاء علیہم السلام کی ہیں:۔وہی اہلبیت (یعنی حضرت علی وحضرت حسن وحضرت حسین وحضرت فاطمہ اور دیگر ائمہ کرام) پر استعمال کرنا وغیرہ وغیرہ۔مُجملہ ان کے

یہی ''اصطلاحِ علیہ السلام'' ہے اس لئے علمائے اہلسنت نے عوام کو آگاہ فرمایا ہے کہ یہ اصطلاح یعنی علیہ السلام انبیاء وملائکہ علیہم السلام کے علاوہ کسی دوسری شخصیت پر استعمال نہ کی جائے۔

فقط والسلام

مدینے کا بھکاری الفقیر القادری ابوالصالح

محمد فیض احمد اویسی رضوی غفرلہ

بہاول پور ، پاکستان

۲ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆